۲۰۱۷ ضمنی تفسیر بیضاوی

سوالنمبر ۱

جز (الف)

قاضی بیضاوی کا مکمل تعارف:

نام: ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی الشافعی

کنیت: ابو سعید، ابو الخیر، ابو محمد

لقب: ناصر الدین

ولادت: آپ 585 ہجری میں (غالباً ساتویں صدی ہجری کے نصف اول) میں شیراز کی مضافاتی بستی "بیضا" میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے آپکو بیضاوی کہا جاتا ہے

وفات: آپ نے 685 ہجری میں وفات پائی

امام بیضاوی:

آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔

جز (ب)

تفسیر بیضاوی کا اصل نام:

انوار التنزیل واسرار التاویل

خصوصیات:

قاضی صاحب کی یہ تفسیر حقائق کلام و حکمت، دقائق حدیث و معرفت، اسرار معانی و بیان، رموز فلسفہ و بیان، وجوہ قرأت و تفسیر آیات، منقول و معقول تاویلات، غور صرف و نحو مباحث لغات، محاسن نظم قرآن، تبیین مقاصد تنزیل، جس میں حکمت و کلام تو امام رازی کی تفسیر سے ملخص کر کے لیا گیا ہے اور معانی و بیان زمخشری کی تفسیر کشاف سے ملخص کر کے لیا گیا ہے

سوال نمبر 2: سورۃ فاتحۃ الکتاب:

جز: الف: سورۃ کی تعریف:

ھی قطعۃ من القرآن مترجمۃ اقلھا ثلث آیات

کلام کا وہ ٹکڑا جس کا مستقل نام ہو اور کم سے کم اسکی تین آیات ہوں

سورۃ کی تعریف کا آیۃ الکرسی پر صادق آنا۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

آیت الکرسی نام نہیں بلکہ یہ اضافت ہے جس طرح ماء البئر میں ماء (پانی) کی چیز (کنویں) کی طرف اضافت ہے۔

جز: ب

لفظ سورت کا ماخذ اور ماخذ سے اسکی مناسبت:

(1) سورت یا تو سورۃ البلد سے ماخوذ ہے

(2) اس سورت سے ماخوذ ہے جو منزلت اور مرتبہ کے معنی میں ہو۔

مناسبت:

اگر سورۃ البلد سے ماخوذ ہو تو مناسبت یہ ہوگی کہ جسطرح سور البلد شہر کی تمام چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے اسی طرح سورت بھی مختلف علوم پر مشتمل ہوتی ہے

اگر سورت بمعنی منزلت سے ماخوذ ہو تو مناسبت یہ ہوگی کہ سورت میں بھی منزلیں اور مرتبے ہیں طول و قصر کے اعتبار سے۔ اور خود سورت بھی ایک منزلت ہے۔

جز: ج

فاتحہ میں تاء:

فاتحہ میں تا نقلت کی ہے:

دلیل:

کیونکہ صفت کے صیغہ کو جب اسمیت کی طرف نقل کیا جاتا ہے

تو اس میں تاء کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 3

(الف) ترجمہ عبارت:

اور جب منافقین مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں

یہ منافقین کے مومنین اور کفار کے ساتھ معاملے اور سلوک کا بیان ہے اور جن کلمات سے منافقین کے ورقے کا آغاز کیا گیا ہے ان کا ازالہ ان منافقین کے مذہب کو بیان کرنے کے لیے ہے ان کے نفاق کی تمہید کے لیے ہے

سوال مقدر اور اس کا جواب:

اشکال یہ ہے کہ (اذا لقوا الذین امنوا) کی وجہ سے تکرار پیدا ہو گیا۔ اس لیے کہ جس طرح (من الناس من یقول امنا) سے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ بظاہر امنا کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ باطن مومن نہیں تھے اس طرح ان آیات سے بھی یہی بات مفہوم ہو رہی ہے۔ پس اذا لقوا کے ذکر سے فائدہ جدیدہ نہ ہوا بلکہ تکرار ہو گیا۔

جواب: دونوں آیتیں بظاہر متکرر معلوم ہوتی ہیں لیکن غرض دونوں کی الگ الگ ہے پہلی آیت کی غرض ان کے مذہب اور باطنی عقیدے کو بیان کرنا تھا۔ اور اس آیت کی غرض ان کے مومنین و کفار کے ساتھ ظاہر سلوک کو بیان کرنا ہے۔

جز (ب)

چاروں فعل (لقوا - امنوا - قالوا - امنا) کی صرفی تحقیق علماء کرام ان سے بخوبی واقف ہیں ☆

جز (ج) آیت کا شان نزول:

عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اچانک صحابہ کرام کی ایک جماعت کا ان کے پاس سے گزر ہوا عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ دیکھو میں ان کو کیسے بے وقوف بناتا ہوں اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ثانی رسول کے لیے خرچ کرنے والے کو خوش آمدید ہو پھر اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا بنی عدی کے سردار کو خوش آمدید ہو جو کہ فاروق ہیں اور اپنے مال و جان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خرچ کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا خوش آمدید ہو اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی۔ ان کے علاوہ باقی تمام بنو ہاشم کے سردار تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال نمبر 2

جز الف۔ تسمیہ کا فاتحہ کی جز ہونا:

اس بارے دو مذہب ہیں کہ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں

مذہب اول:

امام شافعی۔ ابن مبارک۔ قراء مکہ و کوفہ ان کے فقہاء کے نزدیک بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ فاتحہ کا جز ہے۔

1 **دلیل:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کی (7) آیتیں ہیں پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے

2 **دلیل:** حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور بسم اللہ تا رب العالمین ایک آیت شمار کی

3 **دلیل:** اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کچھ دفتین کے درمیان ہے وہ کلام اللہ ہے

4 **دلیل:** قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہیں لکھا گیا مگر تسمیہ موجود ہے

مذہب ثانی:

احناف، امام مالک، اوزاعی، قراء مدینہ، بصرہ، شام کے نزدیک تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

1 **دلیل:** حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے جہراً تسمیہ نہیں پڑھی۔

2 **دلیل:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوۃ یعنی سورۃ فاتحہ تقسیم کر دی گئی ہے۔

★ شوافع کے دلائل کا جواب:

1 **دلیل:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث خود انہی کی روایت کردہ حدیث کے معارض ہے۔

2 **دلیل:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے خلاف ہے

3 **دلیل:** دفتین کے درمیان سورتوں کے نام اور ان کی آیت کے نام بھی ہیں کیا ان کو بھی کتاب اللہ کہو گے؟ اس سے معلوم ہوا کہ تسمیہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے۔

جز (ب)

قاضی بیضاوی کے نزدیک بسم اللہ کا متعلق:

قاضی بیضاوی کے نزدیک اقرا مقدر

کے متعلق ہے:

دلیل: کیونکہ اس کے بعد جو کام ہے وہ فعل قرأت ہے لہٰذا فعل قرأت سے

مصاحبت اور مناسبت اقرا کی ہے۔

جز (ج)

☆ (وتقدیم المعمول ھٰھنا اوقع) میں معمول سے مراد:

یہاں معمول سے مراد

بسم اللہ ہے:

تقدیم کا عمدہ ہونا:

اسکی چار وجوہات ہیں۔

1 اسکی شرافت کی وجہ سے تقدیم معمول ہے۔

2 اختصاص پر دلالت کرتا ہے

3 تعظیم میں اسکا زیادہ دخل ہے

4 وجود واقعی کے زیادہ موافق ہے۔

پرچہ بیضاوی ضمنی ۲۰۱۷ء

سوال نمبر 1

جز (الف): ترجمہ، اعراب: (و انما قال بسم اللہ ...... و طولت الباء عوضا عنها)

اور بیشک کہا بسم اللہ۔ اور نہیں کہا باللہ کیونکہ تبرک اور استعانت لفظ اسم ذکر کرنے کے ساتھ حاصل کی جاتی ہے۔ یا قسم اور تبرک میں فرق کرنے کے لیے بسم اللہ کہا۔ اور نہیں لکھا گیا الف باء کے ساتھ جس طرح قانون رسم الخط ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے۔ اور طویل کی دی گئی ہے باء حذف الف کے عوض میں۔

جز: (ب)

عبارت کی تشریح:

اس عبارت کے اندر قاضی صاحب نے باللہ کی بجائے بسم اللہ کہنے کی وجوہات ذکر کی ہیں اور لفظ اسم کے الف کو حذف کرنے کی وجہ بیان کی ہے

جز: (ج)

یمین کا معنی: قسم

تیمن کا معنی: تبرک

لفظ اسم بڑھانے سے انکے درمیان فرق:

بسم اللہ کی بجائے اگر باللہ کہتا تو اس میں قسم اور تبرک دونوں کا احتمال ہوتا۔ یعنی اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی قسم اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملابست برائے تبرک۔ ظاہر ہے کہ تبرک اور قسم میں التباس آتا۔ اور یہ خرابی بسم اللہ کہنے کی صورت میں نہیں کیونکہ اس صورت میں باء قطعی طور پر ملابست کے لیے ہے۔

سوال نمبر 2

جز (الف)

ایاک نستعین کو ایاک نعبد سے مؤخر کرنے کی حکمت:

اس کے تین جواب ہیں

1 تاکہ آیتوں کے رؤس میں موافقت ہو کیونکہ دیگر آیتوں میں ماقبل آخر یا ساکن ہے۔

2 اس میں یہ تعلیم دینا ہے کہ سائل کو چاہیے کہ وہ اپنی حاجت کو طلب کرنے سے پہلے مسئول عنہ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ پیش کرے۔ کیونکہ وسیلہ پیش کرنے کی صورت میں قبولیت دعا کی زیادہ امید ہے۔

3 جب متکلم اپنی عبادت کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرتا ہے تو گویا اس نے فخر کا وہم پیدا کر دیا۔ اور قابل اعتبار شمار کر دیا ہے اس نے اپنی جانب۔ اس عبادت کو جو اس سے صادر ہوتی ہوتی ہے پس اس فخر کو ختم کرنے کے لیے نعبد کو نستعین پر مقدم کیا

استعانت کے معانی:

استعانت معونت اور مدد طلب کرنے کو کہتے ہیں عام ہے کہ وہ ضروری ہو یا غیر ضروری ہو۔

جز: (ب)

طلب معونت جمیع امور میں مراد ہوتی ہے یا صرف عبادت میں:

مقصود استعانت سے تمام مہمات کے اندر اللہ سے مدد طلب کرنا ہے اور مناسب بھی یہی ہے۔

وجہ:

کیونکہ اگر بعض کو خاص کر لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بعض چیزوں میں مدد طلب کرتے ہیں۔ اور یہ مقام اظہار عجز کے خلاف ہے

اب اگر اسکو دوسری قسم سے مانتے ہیں تو اسکا متعلق ادا فی العبادت مقدر ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ اے باری تعالیٰ ہم تجھ سے عبادت کی ادائیگی کے اندر مدد طلب کرتے ہیں اور اس پر نعبد کا لفظ بطور قرینہ کے دلالت کرتا ہے۔ مگر اس مفعول کو اختصاراً اور اعتماد علی القرینہ کے حذف کر دیا گیا۔

جز: (ج) ضمیر منصوب کا مکرر لانا:

ضمیر ایاک کو اس بات کی تصریح کے لیے مکرر لایا گیا کہ قابل استعانت صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے اسکے سوا کوئی اسکا لائق نہیں

سوال نمبر 3

جز: (الف) ☆ والریب فی الاصل مصدر ..... و اخطرا بہما ☆

ترجمہ عبارت:

اور ریب اصل میں رابنی الشئ کا مصدر ہے یہ اسوقت بولتے ہیں جب تم اندر ریب پیدا کر دے شک کا نام ریب اس لیے رکھا گیا کہ شک بھی نفس کو بے چین بنا کر اسکا سکون و اطمنان کھو دیتا ہے۔

خط کشیدہ صیغے:

رابنی:

اخطرا:

جز: (ب)

قرآن کے اندر تو بہت شک کرنے والے ہیں پھر لاریب کا ایسا معنی کریں کہ شک کرنے کا اعتراض ختم ہو جائے:

قاضی صاحب نے جواب دیا کہ لاریب کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید میں کسی کو شک نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کا اللہ کی جانب سے ہونا اتنا واضح ہے کہ اس کے اندر کوئی عاقل شک نہیں کر سکتا کیونکہ اسکے دلائل بہت بلند ہیں اور انتہائی روشن ہیں۔

سوال نمبر 4

جز: الف: ☆ والظاہر من انفاق مما رزقہم اللہ ..... افضل انواعہ ☆

انفاق کی تعریف:

کسی بھی خیر کی راہ میں مال خرچ کرنا خواہ وہ انفاق فرض ہو یا نفل۔

مفسر کا ان الفاظ (مال کو عام بھلائی کے راستوں میں خرچ کرنا) سے عام معنی مراد لینا:

کس قرینہ کی وجہ سے ہے:

قرینہ یہ ہے کہ اللہ نے انفاق کو مطلق ذکر فرمایا ہے چونکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اسوجہ سے انفاق بھی عام ہوگا۔

جز: ب — ومن فسره بالزکوۃ: مذکورہ عبارت سوال کا جواب ہے

سوال:

جواب:

جن حضرات نے انفاق کی زکوۃ کے ساتھ تفسیر کی ہے اس نے انفاق کی اعلیٰ نوع کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ مما رزقنٰھم ینفقون۔ یقیمون الصلوۃ کے بعد آ رہا ہے۔ اور نماز کے بعد اکثر متصلاً زکوۃ کا ذکر آتا ہے۔ اس وجہ سے زکوۃ کو نماز کا شقیق کہا گیا ہے پس جب مما رزقنٰھم ینفقون نماز کے بعد متصلاً مذکور ہے تو اس سے خاص طور پر زکوۃ مراد لیتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اسکی زکوۃ کے ساتھ تفسیر کی ہے۔

پرچہ بیضاوی ضمنی 2016ء

سوال نمبر 1

جز: (۱) الرحمن الرحیم کررہ للتعلیل علی ما سنذکرہ مالک یوم الدین

رحمن اور رحیم میں سے زیادہ بلیغ:

رحمن، رحیم سے زیادہ بلیغ ہے

دلیل: کیونکہ اسکے الفاظ زیادہ ہیں اور کثرت الفاظ کثرت معانی پر دلالت کرتی ہے۔

رحمن کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجہ:

اسکی کئی وجوہ ہیں

1: لفظ رحمن چونکہ رحمت دنیا پر دلالت کرتا ہے اور رحمت دنیا پہلے ہے لہذا رحمت دنیا پر دلالت کرنے والے لفظ کو مقدم کر دیا گیا۔

2: رحمن کا اطلاق صرف رب تعالیٰ پر ہوتا ہے تو یہ علم کی مثل ہو گیا چونکہ علم وصف پر مقدم ہوتا ہے اس لیے لفظ رحمن کو مقدم کر دیا گیا۔

3: رحمن میں ابلغیت اگر کمیت کے اعتبار سے ہو تو اس سے دنیوی نعمتیں مراد ہوتی ہیں کیونکہ دنیوی نعمتوں کی تعداد زیادہ ہے اور رحیم سے اخروی نعمتیں مراد ہیں ظاہر ہے کہ دنیوی نعمتیں وجود میں اخروی نعمتوں سے مقدم ہیں اس لیے رحمن کو رحیم پر مقدم کیا تاکہ وضع طبع کے مطابق ہو۔

4: رحمن میں اگر ابلغیت کیفیت کے اعتبار سے ہو تو اس وقت لفظ رحمن سے اللہ کی بڑی بڑی نعمتیں مراد ہوں گی۔ اور مقام کبریائی مناسب یہ ہے کہ اللہ کے بڑے بڑے احسانات کا ذکر مقدم ہو۔

جز: (۲)

مالک میں قرأت:

1: لفظ مالک کو عاصم، کسائی، یعقوب نے الف کے ساتھ پڑھا اس قرأت کی تائید رب تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔ یوم لا تملک نفس لنفس شیئا

2: مذکورہ قاریوں کے علاوہ نے ملک کو بغیر الف کے پڑھا ہے قاضی بیضاوی کا مختار بھی یہی ہے کیونکہ یہ اہل حرمین کی قرأت ہے اور اس پر دلیل لمن الملک الیوم ہے

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ملک میں مالک کی بنسبت تدح زیادہ ہے
کیونکہ مالک اس کو کہتے ہیں جو اپنی مملوک اشیاء میں
جسطرح چاہے تصرف کرے۔
اور ملک اس کو کہتے ہیں جو مملوک وغیر مملوک دونوں قسم کی مخلوق میں اوامر
اور نواہی کے ذریعے تصرف کرتا ہے۔

3 اور بعض نے اسکو مِلک (لام کے سکون کے ساتھ) پڑھا ہے
اور ملک فعل ماضی کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے
اور مالکا نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے (صفت کی بناء پر یا حال کی بناء پر) 19 صفحہ

جز: (۳)

یوم الدین کی وضاحت:

1 یوم الدین سے مراد جزا کا دن ہے
دلیل: حماسہ کا یہ شعر: ولم یبق سوی العدوان

2 دین سے مراد شریعت ہے

3 دین سے مراد طاعت ہے تو اس صورت میں مضاف مقدر ہوگا اور مطلب
یہ ہوگا کہ شریعت و طاعت کی جزا کے دن کا مالک

لفظ دین سے یہاں مراد:

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں یہاں دین سے
مراد لغوی معنی (یوم) ہے جو مطلق وقت کے معنی میں ہے۔

دلیل:

اس پر دلیل مشہور مثال یعنی کما تدین تدان
اس مثال میں لفظ دین سے مراد بمعنی جزا استعمال ہوا ہے۔

سوال نمبر 2

جز (1) ☆ الذین یؤمنون بالغیب ــــ وترک السیئات ☆

ترجمہ عبارت:

اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں بے دیکھی چیزوں پر۔ یہ جملہ یا تو متعلق

ہے متقین کے ساتھ اس بنا پر کہ صفت مجرورہ مقیدہ ہے اس کے لیے

اگر تفسیر کی جائے تقوی کی ترک ما لا ینبغی کے ساتھ مترتب ہے اس متقین پر

جیسا کہ ترتیب تحلیہ کا ترتیب تخلیہ پر اور تصویر کا تصقیل پر۔

یا صفت موضحہ ہے اگر تفسیر کی جائے ایسی جو عام ہو فعل حسنات کو اور ترک سیئات کو

عبارت کی تشریح:

قاضی صاحب اس عبارت سے ماقبل کی عبارت کا ربط

بیان کر رہے ہیں۔ کہ ترکیبی اعتبار سے اسکے اندر دو احتمال ہیں

1 ایک تو یہ کہ اسکا ماقبل کے ساتھ تعلق ہو۔

2 دوسرا یہ کہ اسکا ماقبل کے ساتھ تعلق نہ ہو۔

پہلا احتمال:

اس کے مطابق یہ جملہ ماقبل متقین کی صفت ہے اور اپنے موصوف

کی طرح مجرور ہے اور یہ صفت مقیدہ ہے شرط یہ ہے کہ تقوی کی تعریف ترک ما لا

ینبغی کے ساتھ کی جائے۔

دوسرا احتمال:

جز (۲)

ایمان کی تعریف میں اقرار اور عمل کے داخل ہونے کے بارے میں اختلاف:

منافق، کافر، فاسق کے درمیان فرق:

منافق: جس کے اعتقاد میں خلل واقع ہو۔ یعنی زبان کے ساتھ اقرار کرتا ہو اور اعضاء کے ساتھ عمل کرتا ہو مگر تصدیق نہیں کرتا۔

کافر: جس کے اقرار باللسان میں خلل واقع ہو۔ یعنی تصدیق اور عمل بالاعضاء کو کرتا ہو مگر قدرت کے باوجود قصداً زبان سے اقرار نہیں کرتا۔

فاسق: جس کے عمل میں خلل واقع ہو۔ یعنی شریعت کے احکام پر عمل نہیں کرتا تو ایسے شخص کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ فاسق ہے۔

سوال نمبر 3

جز (1) ☆ ومن الناس من یقول امنا باللہ و بالیوم الاخر ☆

انسان کو انسان کہنے کی وجہ:

1. یہ ماخوذ ہے انس سے کیونکہ لوگ اپنے جیسوں سے انس حاصل کرتے ہیں۔
2. یہ ماخوذ ہے آنس سے کیونکہ وہ ظاہر ہیں دیکھے جاتے ہیں اس وجہ سے

الناس میں الف لام اور من کے بارے میں تفصیل:

اس میں دو احتمال ہیں

1. الف لام جنسی ہو اور من موصولہ ہو۔ کیونکہ کوئی معہود و متعین افراد نہیں ہیں
2. الف لام عہد خارجی کا ہو۔ اور من موصولہ ہوگا۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور جن کے دلوں اور کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی اور اس جیسے دوسرے منافق ہیں۔

جز (2)

ایمان کو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے ساتھ خاص کرنے کی وجوہ:

1. ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے ایمان کی دونوں جانبوں کا احاطہ کر لیا ہے جیسے کہ یہود بھی اسکے دعویدار تھے مگر اللہ نے انکے دعویٰ کو رد کر دیا
2. ان دو چیزوں کو ذکر کرنے میں ظاہر یہ کرنا ہے کہ جن چیزوں پر ایمان کے اخلاص کے وہ دعویدار تھے ان میں وہ منافق ہیں۔

سورۃ البقرۃ

جز (۱) ☆ فیہ ظلمت و رعد و برق ـــ مع ظلمۃ اللیل ☆

ترجمہ عبارت:

اس میں اندھیری ہے اور کڑک ہے اور بجلی ہے اگر مراد صیب ہو کے ساتھ بارش۔ پس اسکی ظلمتیں اسکی کثافت کی ظلمت ہے بوجہ تسلسل قطروں کے اور بادل کی ظلمت رات کی ظلمت کے ساتھ

ظلمات کو جمع ذکر کرنے کی وجہ:

1. ظلمات جمع کا صیغہ ہے جو ظلمتوں کے تعدد پر دلالت کرتا ہے تو اگر صیب کے ساتھ بارش مراد لی جائے تو چونکہ بارش کی متعدد ظلمتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً بادل کا اندھیرا ـ رات کا اندھیرا۔ بارش کے پے در پے قطروں کی کثافت کا اندھیرا اس وجہ سے ظلمات کو جمع لایا گیا۔
2. اگر صیب سے مراد بادل ہوں تو بادل کی متعدد ظلمتیں ہوتی ہیں مثلاً بادل کی سیاہی کی ظلمت ـ اس کے تہہ بتہہ ہونے کی ظلمت رات کی ظلمت۔ تو چونکہ ظلمات متعدد تھیں اس وجہ سے جمع لایا گیا۔

جز (۲)

رعد، اور برق سے مراد:

رعد: اس آواز کو کہتے ہیں جو بادل سے سنائی دیتی ہے

برق: وہ شئی جو بادل میں چمکتی ہے۔

رعد، برق کو جمع نہ ذکر کرنے کی وجہ:

یہ دونوں مصدر ہیں اس لیے انکو جمع نہیں لایا گیا۔ کیونکہ مصدر کا تثنیہ اور جمع نہیں لایا جاتا۔

پرچہ بیضاوی ضمنی 2017ء

سوال نمبر 1

جز (1) ☆ ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین ☆

ذلک کے مشار الیہ میں مختلف احتمال:

دو احتمال ہیں

1. ذلک کا مشار الیہ الم ہو۔ اگر "الم" المولف من ھذہ الحروف کی تاویل میں ہو۔ یا اسکی تفسیر قرآن یا سورۃ کے ساتھ کی جائے تب بھی مشار الیہ الم ہوگا

2. ذلک کا مشار الیہ الکتاب ہے۔ اس صورت میں اسم اشارہ کے لیے الکتاب صفت بنے گا۔ اور کتاب سے مراد وہ ہے جسکے انزال کا رب تعالیٰ نے وعدہ فرمایا یا جس کتاب کے انزال کا کتب سابقہ میں وعدہ کیا گیا۔

جز (2)

تقویٰ کا لغوی معنیٰ:

پرہیزگاری، اللہ تعالیٰ کا خوف اور اسکی اطاعت کے مطابق عمل کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ:

انسان کا اپنے نفس کو ان امور سے بچانا جو اس کے لیے آخرت میں نقصان دہ ہوں

متقی کے مراتب: تین مراتب ہیں

1. کفر و شرک سے بیزار ہو کر ہمیشہ کے عذاب سے بچنا اسی معنیٰ پر اللہ تعالیٰ کا فرمان والزمھم کلمۃ التقوی!

2. ہر اس چیز سے بچنا جسکا کرنا یا چھوڑنا گناہ ہو، اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول ولو ان اھل القری امنوا واتقوا

3. ہر اس چیز سے بچنا جو باطن کو حق سے غافل کر دے اور پورے طور پر بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے یہی تقویٰ حقیقی ہے۔ اور یہی مطلوب ہے اللہ تعالیٰ کے قول اتقوا اللہ حق تقاتہ سے

سوال نمبر 2

جز (1)

سورۃ فاتحہ کو سبع مثانی کہنے کی وجہ:

سبع اور مثانی یہ دونوں الگ ہیں

سبع: یہ بالاتفاق سات آیتیں ہیں اس وجہ سے سبع کہتے ہیں

مثانی: یہ مثنٰی کی جمع ہے مثنٰی کا معنی ہے مکرر ، بار بار
کو چونکہ یہ سورۃ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے اس لیے مثانی کہتے ہیں
نیز یہ روایت اگر صحیح ہو کہ اسکا نزول مکرر ہے پہلی بار مکہ میں
اور دوسری بار تحویل قبلہ کے وقت۔

جز (2)

اقامۃ الصلوٰۃ کے معانی:

چار معانی بیان کیے ہیں

1. اقامۃ الصلوٰۃ کا معنی ہے ارکان نماز کو تعدیل کے ساتھ ادا کرنا
2. اقامۃ الصلوٰۃ کا معنی ہے نماز پر مواظبت کرنا
3. اقامت بمعنی ترویج ہے اور اس معنی میں مناسبت یہ ہے کہ با دوام نماز پڑھنے اور کسی چیز کو رائج کرنے میں لوگ رغبت کرتے ہیں۔
4. اقامت صلوۃ کا معنی ہے نماز کو ادا کرنا

سوال نمبر 3

جز (1)

رب کی صرفی تحقیق:

1. رب اصل کے اعتبار سے مصدر ہے
بمعنی تربیت۔ اور تربیت کا معنی ہے کسی شئ کو آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا

2. بعض نے کہا رب یرب سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے مصدر نہیں۔

رب کا اطلاق غیر اللہ پر:

1 لفظ رب جب تک مضاف نہ ہو اس کا اطلاق صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔

2 بعض حضرات کی رائے میں پہلی شریعتوں میں جائز تھا اب غیر اللہ کے لیے لفظ رب کا استعمال جائز نہیں۔

جز ۱۳

عالم کے معانی کے تمام احتمالات:

تین احتمال ہیں

1 عالم اس چیز کا نام ہے جس سے دوسری شئی کا علم حاصل ہو جیسے خاتم، اور قالب وغیرہ پھر غلبۃً ان چیزوں میں استعمال ہونے لگا جن سے صانع کا علم ہو

2 عالم ہر وہ چیز ہے جو صانع کے ما سوا ہو۔ یعنی جواہر اور اعراض کیونکہ یہ چیزیں اپنے ممکن اور موثر کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے صانع کے وجود پر دلالت کرتی ہیں جو واجب لذاتہ ہے۔

3 عالم اسم ہے وضع کیا گیا ہے ذوی العلم کے لیے یعنی ملائکہ اور انسان اور دوسروں کو تبعاً شامل ہے۔

عالم کو جمع ذکر کرنے کی وجہ:

تاکہ یہ اپنے ما تحت تمام اجناس کو شامل ہو۔ یعنی دنیا کے اندر جتنی اشیاء ہیں سب پر بولا جائے

سوال نمبر ۴ جز ۱ مصنف کے حالات:

جز ۱۲ : اللہ نے خلیفہ کیوں بنایا:

چونکہ انسان بغیر واسطے کے رب تعالیٰ سے برکات اور فیض حاصل کرنے سے قاصر تھے اس لیے خلیفہ بنایا یعنی ہماری احتیاجی کے پیش نظر خلیفہ بنایا کہ ہم واسطے کے محتاج تھے۔

پرچہ بیضاوی ضمنی 2018ء

سوال نمبر 1

جز (الف) بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ کا فاتحہ کا جز ہونا:

یہ صفحہ 4 پر گزر چکا ہے۔

جز: (ب)

بسم اللہ کا متعلق مقدم ہے یا مؤخر:

قاضی بیضاوی کے نزدیک

مؤخر ہے۔

بسم اللہ میں باء:

ملابست کی ہے۔

جز (ج)

لفظ اسم کا مشتق منہ:

1: بصری کہتے ہیں سمو سے مشتق ہے اور یہ ناقص ہے واؤ کو حذف کیا اور اول کو ساکن کیا پھر ساکن سے ابتدا محال تھی تو اول میں ہمزہ وصل لے آئے

2: کوفی کہتے ہیں سمۃ سے مشتق ہے اور اسکی اصل وسم ہے واؤ کو حذف کر کے ہمزہ وصل اسکے شروع میں لائے

بسم اللہ کی باء مکسور ہونے کی وجہ:

اس لیے کہ باء لزوم حرفیت اور حرف جر ہونے کی لزومیت کے ساتھ مخصوص ہے جس طرح کہ لام امر کو کسرہ دیا گیا اور لام اضافت کو جبکہ وہ مظہر پر داخل ہو۔

سورۃ البقرۃ

جز (الف)

ترجمہ عبارت:

نہ انکی راہ پر جن پر غضب ہوا۔ اور نہ انکی راہ پر جو گمراہ ہوئے (غیر المغضوب علیھم ولا الضالین) الذین سے بدل ہے اس صورت میں معنی یہ ہے کہ جن پر انعام ہوا۔ اور وہ وہ لوگ ہیں جو غضب و ضلال سے سلامت رہے۔

ختم اور غشاوۃ کا معنی: ترکیبی احتمالات:

1. الذین سے بدل ہے
2. ماقبل کے لیے صفت کاشفہ یا مقیدہ ہے
3. ابن کثیر سے منقول ہے کہ غیر المغضوب، انعمت علیھم کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور اس میں انعمت عامل ہے
4. یا اعنی مقدر کی وجہ سے منصوب ہے

جز (ب)

مغضوب، اور ضالین سے مراد:

1. مغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے انہی کے بارے میں فمنھم من لعنہ اللہ و غضب علیہ فرمایا ہے
1. ضالین سے مراد نصاری ہیں کیونکہ اللہ نے ان کے حق میں قد ضلوا من قبل و ضلوا کثیرا فرمایا ہے
2. مغضوب علیھم سے نافرمان مراد ہیں۔
2. ضالین سے وہ لوگ مراد ہیں جو خدا کی معرفت سے کورے ہیں

آمین کا معنی:

اسم فعل استجب کا نام ہے:

آمین کی فضیلت:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام
نے سورت فاتحہ کے ختم ہو جانے کے بعد آمین کی تعلیم دی اور کہا آمین کی
حیثیت سورۃ فاتحہ کے لئے ایسی ہے جو مہر کی حیثیت خط کے اندر ہے
یعنی جس طرح مہر لگانے سے خط فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح آمین
سے سورۃ فاتحہ جو کہ دعا بھی ہے زائل ہونے سے محفوظ ہو جاتی ہے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے آمین رب العالمین کی مہر ہے جسکو لگا کر
اللہ نے اپنے بندے کی دعا کو مہر لگا کر بند کر دیا ہے

سوال نمبر 3

جز (الف) ختم اللہ علی قلوبہم

ترجمہ عبارت

مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان
کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے یہ حکم سابق کی علت ہے
اور اس کے مقتضی کا بیان ہے۔

ختم اور غشاوۃ کا معنیٰ:

ختم: اس کا معنیٰ ہے کسی چیز پر مہر لگا کر اسکو بند کر دینا
اور اسکو چھپا دینا۔ تو شی پر مہر لگا کے اسکو بند کر دیا جاتا ہے
غشاوۃ: فعالۃ کے وزن پر ہے جسکا معنیٰ ہے وہ چیز جو کسی چیز
کو ڈھانپ دے مراد اسکے ساتھ پردہ ہے،

جز (ب)

معتزلہ کی تاویلیں:

1۔ آیت ختم اللہ سے ان کے دلوں کی حالت کی مثال دینا ہے چوپایوں
کے دلوں کے ساتھ کہ چوپایوں کو اللہ نے ذہانت سے خالی پیدا فرمایا تو یہ
بھی ذہانت سے خالی ہیں

2 حقیقت میں یہ فعل شیطان، کافر کا تھا لیکن جب ان سے اس فعل کا صدور اللہ تعالیٰ کے ان کو قدرت دینے سے ہے تو اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف مجازاً کی گئی

3 کفار یہ کہتے تھے کہ ہمارے دل پردے میں ہیں اس سے جس کی طرف آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے

4 یہ ختم آخرت میں ہوگا اور سکرمائی ہے اس لیے تعبیر کیا گیا کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔

5 ختم سے مراد انکے دلوں کی علامت ہے جسے فرشتے پہچان کر ان سے نفرت کریں گے۔